بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان ھٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ (الانعام)

رتبۂ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کی روشنی میں

تالیف:

محمود العلماء حضرت پیر و مرشد مولانا سید محمود صاحب قبلہ مجتہدی

صدر مجلس علمائے مہدویہ (ہند)

منجانب ادارۂ تبلیغ مہدویہ مشیرآباد

جمادی الاول ۱۴۱۱ھ مطابق نومبر ۱۹۹۰ء

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۵

رَبُّنَا اللہ

تعارف

مُبشِراً وَّ مُحمِّداً وَّ مُصلِّیاً ہ ثبوتِ مہدیتِ حضرت امامنا وسیدنا سیّد محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر حضرت مولٰنا سید محمود صاحب مجتہدی، صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند کا یہ مقالہ، ادارہ تبلیغ مہدویہ، مشیرآباد کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک ملتِ مہدویہ کا تعلق ہے۔ حضرتِ موصوف کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ تاہم قوم کے نونہالوں کی واقفیت کی خاطر یہ چند سطور حضرتِ مولف اور خود اس مقالہ کی اہمیت و افادیت کے تعلق سے ہدیۂ ناظرین کی جا رہی ہیں۔

حضرت مولٰنا سیّد محمود صاحب مجتہدی، خانوادہ حضرت بندگی میراں سید قاسم مجتہدِ گروہ مہدویہ رحمۃ اللہ علیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ قدرت نے علومِ ظاہری و باطنی سے فیاضی کے ساتھ نوازا ہے۔ طبیعت میں صفاتِ فقیری، مسکینی، تواضع اور انکسار کا رنگ غالب ہے۔ پھر شکر ہے کہ دین وملت کا درد بھی عطا ہوا ہے اور ضروریاتِ قوم کا احساس بھی رکھتے ہیں۔ خدائے تعالٰی اپنے کرم سے خدمت قوم کے اس جذبہ کو عام فرمادے۔ (آمین)

احساس عنایت کر آثار مصیبت کا ✽ امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے (اقبال)

حضرتِ مولف، راقم الحروف کے پیرومرشد، والدِ ماجد حضرت علامۃ العصر، اسعد العلماء مولٰنا میاں ابوسعید سیّد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین شاگرد رشید ہیں

اِس حیثیت سے بھی راقم الحروف آپ کو قریب سے جانتا ہے۔ حضرتِ موصوف اپنی زندگی میں اِس اعتبار سے نہایت خوش نصیب رہے ہیں کہ قدرت نے آپ کو علم و آگہی کے متعدد سرچشموں سے سیراب ہونے کے مواقع عطا فرمائے۔

آپ کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی حضرت پیر و مرشد میاں سید شہاب الدینؒ تھا۔ آپ کے خُسرِ محترم کا اسمِ گرامی بھی یہی تھا اور دونوں ہی اپنے دَور میں اپنے رنگ کے بڑے باکمال بزرگ تھے۔ ایک حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہدِ ملّتِ مہدویہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے کے پیرِ طریقت، فقیرِ باصفا و بے ریا تھے تو دوسرے حضرت بندگی میاں شاہ نصرت مخصوص الزماں رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے کے پیرِ طریقتؒ بحر العلوم، فاضلِ اجل اور عالمِ بے بدل تھے۔ حضرتِ مؤلّف کو دونوں ہی بزرگوں سے نسبتِ حاصل ہے۔

نو عمری میں آپ کو قومِ مہدویہ کی مشہورِ زمانہ درس گاہ مدرسۂ جانشینانِ سجادگانِ مہدویہ کے دار الاقامہ میں شریک کروا دیا گیا تھا۔ جہاں ملک بھر کی مہدوی آبادیوں سے آئے ہوئے مہدوی طلبہ دینی تعلیم و تربیت پاتے تھے۔ حضرت موصوف اِس مدرسہ کے ذہین اور ہونہار طلبہ میں سے تھے اور ہر امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کیا کرتے تھے۔ بچپن ہی سے ذہانت کے ساتھ متانت اور پابندیٔ آداب آپ کی خاص خوبیاں رہی ہیں۔ راقم الحروف کے پیر و مرشد والدِ ماجد علیہ الرحمہ نے سالہا سال اس مدرسہ کے ناظم کی حیثیت سے نہایت جانفشانی کے ساتھ خدمت انجام دی ہے۔ خانِ علّامہ مولانا محمد سعادت اللہ خانصاحب مندوزئی مولوی کامل (متکلم، طلبہ کا امتحان لیا کرتے تھے) اور پروفیسر مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ اور قائدِ ملت نواب بہادر یار جنگؒ جیسے مشاہیر

نے معائنہ کیا تھا۔ مولٰنا سیّد محمود صاحب مجتہدی نے ابتدائی درجوں سے لے کر مدراس یونیورسٹی کے "افضل العلماء" کے کورس تک اسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے ہم درس طلبہ میں حضرت مولٰینا سید محمد عرف روشن میاں صاحب اہل ہسنیٹرہ (مولوی عالم) اور حضرت مولٰینا سیّد نصرت عالم صاحب (مولوی کامل) تھے۔ آپ کے معاصرین میں حضرت مولٰینا سیّد نصرت المجتہدی صاحب (مولوی کامل) اور حضرت مولٰینا سیّد محمود صاحب اکیلوی (مولوی کامل) وغیرہ شامل تھے۔

قبلہ گاہی والد ماجدؒ کی اچانک شدید علالت کی وجہ سے مدرسہ کا انتظام اور مقام دونوں بدل گئے اور چند سال بعد افسوس ہے کہ یہ چشمۂ فیض خشک ہوگیا۔ مدرسہ کے ختم ہوجانے کے بعد بھی جن طلبہ نے اپنی تعلیمی جدوجہد جاری رکھی اور جامعہ نظامیہ اور دیگر جامعات سے اسناد حاصل کیں ان میں مذکورہ بالا علمائے کرام شامل تھے۔ حضرت مولٰینا سیّد محمود صاحب مجتہدی نے بھی اسی طرح بعد میں جامعہ نظامیہ سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی اور اس کے بعد بھی کئی سال سے علمی مشاغل یعنے تحریر و تقریر کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ ایک اہم دینی موضوع پر لکھا گیا ہے۔ طرزِ بیان میں سنجیدگی اعتدال پسندی و قوتِ استدلال کا وصف نمایاں ہے جو حضرت مولٰنا سید محمود صاحب مجتہدی کی تقریروں اور تحریروں کی خاص خوبی ہے۔ یوں تو آپ کے رشحاتِ قلم چھپتے ہی رہتے ہیں مگر زیرِ نظر مقالہ ایک نہایت مُہتمّ بالشان موضوع پر لکھا گیا ہے۔ حضرتِ مولّف اس موضوع پر لکھنے کے حقدار بھی تھے۔ گو مقالہ بہت مختصر ہے مگر آپ نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر ملّت کی ایک اہم دینی و علمی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضور امامنا وسیدنا بندگی میراں سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مہدیتِ موعودہؑ کے ثبوت میں بحکمِ الٰہی جو آیاتِ قرآنی پڑھی ہیں اُن میں سے ایک آیتِ کریمہ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّن رَّبِّہٖ .... الخ بھی ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اِس آیتِ کریمہ میں اسم "مَنْ" اور اُس کے متعلقات سے بحث فرمائی ہے۔ جس سے اِس مقالہ کی علمی و دینی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نقلیاتِ حضرت بندگی میاں عبدالرشید رضی اللہ عنہ کے بابِ اول میں امامنا وسیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک روایت مروی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنی مہدیت کے ثبوت میں
یہ آیت پڑھی ہے:-

اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّن رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاهِدٌ مِّنْہُ وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتَابُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّرَحْمَۃً اُوْلٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُہٗ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْہُ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (جز ۱۲ رکوع ۲)

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بَیِّنَہ پر ہو اور اس کے پیچھے اُس کے رب کی طرف سے گواہ (قرآن) ہو اور اُس سے قبل کتابِ موسیٰ امام و رحمت ہو (کیا وہ اور طالبِ حیاتِ دُنیا، دونوں برابر ہو جائیں گے ؟) وہ لوگ (جو اس وقت مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہونگے) اُس پر ایمان لائیں گے اور اُن جماعتوں میں کا جو شخص اُس سے کفر کرے گا۔ پس اُس کی وعدگاہ جہنم ہے۔ پس (اے محمدؐ) تو اُس کے متعلق شبہ میں نہ رہ۔ بلاشبہ وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور لیکن [illegible] اُس پر ایمان نہیں لائیں گے۔

([illegible] کا بیان فرماتے ہوئے) آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ

سُن رہا ہوں کہ یہ آیت تیرے حق میں ہے اور ۲ فَمَنْ كَانَ میں مَنْ جو مذکور ہے اُس سے مُراد تیری ہی ذات ہے اور بَیِّنَۃ سے مُراد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولایت کی اتباع ہے۔ قولاً فعلاً و حالاً اور وِلایت محمدیہؐ سے مُراد وہی خاص ولایت ہے جو حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہے اور شاہد سے مُراد قرآن ہے اور اُولٰئِكَ کا مشارٌ الیہ اتباع کرنے والی اُمّتیں ہیں اور پہلی ضمیر بِہٖ سے (یعنی جو یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ "اُس پر ایمان لائیں گے" میں ہے) اور دوسری ضمیر بِہٖ (یعنی جو وَمَنْ یَّكْفُرْ بِہٖ "جو اُس سے کفر کرے گا" میں ہے) سے مہدی کی ذات ہی مُراد ہے۔ (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ۔ صفحہ ۲)

اِس کے علاوہ انصاف نامہ، رسالہ ہشدہ آیات اور مجمع الآیات وغیرہ کُتبِ قومی میں بھی ایسی ہی روایات آئی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیتِ کریمہ کی ابتدا میں جو اسم "مَن" آیا ہے، امامنا وسیّدنا علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے بحکم خدا اُس سے مُراد اپنی ذات یعنی ذاتِ مہدئ موعودؑ بیان فرمائی ہے اس لیے ہر مصدّقِ مہدی موعودؑ کے لئے اِس پر ایمان لانا فرض ہے کیوں کہ جس طرح مہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق کرنا فرض ہے اُسی طرح آپ کے فرامین پر بھی ایمان و اعتقاد فرض ہے اور امامناؑ کے اس اِرشاد کی تکذیب خلیفۃُ اللہ کے ارشاد کی تکذیب ہوگی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِكَ۔

اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے اختلافات اتنے زیادہ ہیں کہ اُن سب کا احاطہ کرنا مُحال نظر آتا ہے۔ خصوصاً "مَنْ" کی تفسیر میں بے حد و نہایت قیاس آرائیوں سے کام لیا گیا ہے۔ مفسرین کا ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انھوں نے آیتِ ماقبل کا "مَنْ" چوں کہ جمع ہے اور عام ہے اِس لئے اِس "مَنْ"

کو بھی جمع اور عام ٹھہرالیا۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خاتم النبیئین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سارے اصحابِ بیّنہ کی بعثت ہونا لازم آتا ہے۔ ایک اور گروہ ایسا ہے کہ آیتِ کریمہ میں "مَن" کی جو خصوصیات ارشاد ہوئی ہیں، جیسے مَن" کا اُس کے ربّ کی طرف سے بیّنہ پر ہونا، اُس پر ایمان لانا فرض اور اُس کا اِنکار کفر ہونا اور اِس انکار کی سزا نارِ جہنّم ہونا وغیرہ سے صَرفِ نظر تو نہیں کیا مگر اِن خصوصیات کے پیشِ نظر اِس سے مُراد ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے لی اور یہ خیال تک نہیں کیا کہ آیت میں خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد ہو رہا ہے کہ تم اُس ("مَن") کے بارے میں کسی شک میں نہ رہنا۔ وہ تمہارے ربّ کی طرف سے حق ہے اور اکثر لوگ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ لہٰذا "مَن" سے مراد ذاتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ کہ اِس مقالے کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ "مَن" عام نہیں بلکہ خاص ہے اور جمع نہیں بلکہ واحد ہے اور تمام خلفائے الٰہی کی طرح وہ اپنے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہے، اُس کا گواہ قرآن ہے، اُس پر ایمان لانا فرض اور اُس کا انکار کفر ہے اور اِس انکار کی سزا نارِ جہنم ہے۔ نیز یہ بھی بخوبی واضح ہو جائے گا کہ حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اُمت میں ایسا صاحبِ بیّنہ سوائے حضرت مہدی موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ آپنے اپنی اُمّت کو بعثتِ مہدیؑ کی خبر اِس قدر اہتمام اور تاکید کے ساتھ دی ہے، کہ اِس کی مثال اسلام کے کسی اور مسئلہ میں نہیں ملتی۔ اِسی بناء پر اکابر علمائے متقدمین نے بعثتِ مہدی کی خبر کو "متواتر المعنیٰ" قرار دیا۔ اِنہی صحیح اور متواتر خبروں سے اُمّت پر مراتب و مناصب مہدی موعودؑ روشن اور آشکارا ہو گئے

چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہٗ سے مروی حدیث شریف میں یہ حکم محکم ہوا ہے کہ:

..... ثمّ یجئ خلیفۃ اللہ المھدی فاذا سمعتم بہٖ فاتوہ فبایعوہ ولو حبواً علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی۔

(العرف الوردی فی اخبار المھدی بحوالۂ ابن ماجہ وحاکم وابونعیم)

پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا پس جب تم اس کی خبر سنو تو اس کی خدمت میں جاؤ اور بیعت کرو، اگرچہ کہ تمہیں برف پر سے رینگتے ہوئے جانا ہی پڑے کیوں کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ بطفیل خاتمین علیہما السلام اس مختصر اور عام فہم مقالہ کو پڑھنے والوں کے لئے نفع بخش بنادے اور حضرتِ مولّف و کارکنانِ ادارۂ تبلیغ مہدویہ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

احقر العباد

فقیر ابوالفتح سیّد نصرت غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رتبۂ مہدی موعود علیہ السلام قرآن کی روشنی میں

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْد

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ ہود)

ناظرینِ کرام! آپ کے سامنے جو مذکورہ بالا دو آیاتِ شریفہ پیش کی گئی ہیں وہ سورۂ ہود جز (۱۲) رکوع (۲) میں واقع ہوئی ہیں۔

ترجمہ یہ ہے:

"جو کوئی حیاتِ دنیا اور اُس کی زینت کے مُرید ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا اس دنیا میں پورا پورا بدلہ دیدیتے ہیں، اور وہ اس دنیا میں گھاٹے

میں نہیں رہیں گے، یہی ہیں وہ لوگ جن کیلئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں اور اس دنیا میں انھوں نے جو کچھ کیا وہ حبط و رائیگاں ہوا، اور ان کا جو عمل تھا وہ باطل قرار پایا۔ کیا (برابر ہوسکتا ہے ان لوگوں کے) وہ شخص جو اپنے رب کی جانب سے بیّنہ یعنی روشن و واضح دلیل پر ہو اور اس کے پیچھے ایک گواہ آتا ہو اس کے رب کی جانب سے، اس گواہ سے قبل موسیٰ علیہ السّلام کی کتاب بھی ہے وہ شخص امام و رحمۃ ہوگا وہ لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور جو اس صاحب بیّنہ کا انکار کرے گا گروہوں میں سے دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا، اے محمدؐ تم اس صاحب بیّنہ کے بارے میں کسی شک و شبہ میں نہ رہو وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس پر ایمان نہیں لائے گی۔"

ان ہر دو آیاتِ شریفہ میں لفظ مَنْ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے، اس وقت لفظ "مَنْ" ہی زیر بحث ہے، فقہ کی وقیع کتاب بزودی میں لکھا ہے:

"من یحتمل العموم والخصوص" یعنی مَنْ مَنْ عموم و خصوص دونوں کا احتمال رکھتا ہے، چنانچہ آیتِ زیرِ بحث میں دونوں صورتیں پائی جارہی ہیں، آیتِ اوّل میں "من" عموم کیلئے استعمال کیا گیا ہے، اسی لئے صیغے و ضمائر جمع لائے گئے ہیں، وہ صیغے اور ضمائر یہ ہیں۔ اِلَیْھِمْ، وَھُمْ لَھُمْ لَایُبْخَسُوْنَ مَاصَنَعُوْا، مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، مذکورہ صورتوں میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے، لَایُبْخَسُوْنَ مَاصَنَعُوْا مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، جمع مذکر غائب کے صیغے ہیں، جس میں کسی فرد کی تخصیص نہیں ہے نقل شریف ہے کہ شہر نہروالا میں ایک شخص جو کہ کچھ علم شریعت رکھتا تھا، حضرت امامنا مہدی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت آپؑ اسی آیتِ کریمہ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ

الدُّنیا - کا بیان فرمارہے تھے، اُس نے کہا کہ یہ آیت کافروں کے حق میں ہے۔
خلیفۃ اللہ نے ارشاد فرمایا "جس شخص میں یہ صفات ہوں بلاشبہ وہ کافر ہے۔"
اس نے کہا یہ صفات بادشاہِ وقت، قاضی و علمائے وقت میں موجود ہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا خدائے تعالیٰ مَنْ کَانَ الخ فرمایا ہے۔ ہم بھی مَنْ کَانَ کہتے ہیں کسی کے نام کی تخصیص نہیں کرتے۔
"المطلق یجری علی اطلاقہ" مطلق کا حکم اپنے اطلاق پر جاری رہے گا۔
اُس نے عرض کیا یہ صفت مجھ میں موجود ہے۔
حضرت علیہ السلام نے فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہو، یہ صفت تم میں کیسے ہوسکتی ہے ۔۔ اُس نے دوبارہ کہا کہ یہ صفت مجھ میں موجود ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان میں یہ صفت نہیں ہونی چاہیئے۔ پھر جب تیسری دفعہ اس نے یہی کہا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ
"اگر بقول تمہارے، تم میں یہ صفت موجود ہے اور تم کو اقرار و اصرار بھی ہے تو اللہ تعالیٰ تم پر حکمِ کفر عاید کرتا ہے۔"
بمصداق حدیث رسول اکرم صلعم دافع ہلاکت امتِ محمدیہ حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے بحکم خدا اسی آیتِ شریفہ کو پیش کرکے ہر مسلم پر ترکِ دنیا کا حکم عاید کیا اور حیاتِ دنیا اور اس کی زینت کے طالبوں کا حشر و انجام بھی ظاہر و مبادر ہے غرض آیت میں مسلم یا غیر مسلم کی کوئی قید یا تخصیص نہیں رہی۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں "مَنْ" عام ہے۔ علاوہ ازیں مہدی معصوم عن الخطاء، مامور من اللہ، خلیفۃ اللہ کے بیان بامر اللہ کے مقابلہ میں کسی

بھی غیر معصوم مجتہد یا مفسّر یا قیاس مفکّر کو ہرگز و قطعاً ترجیح نہیں دی جا سکتی، امام مہدی علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کو افضل الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لَا یُخطی (یعنی وہ معصوم عن الخطاء ہوگا) فرما کر ساری امّتِ محمدیہ میں مہدی موعود علیہ السلام کو منفرد قرار دیا ہے اسی لئے آپ کا فرمان دلیلِ قطعی و حرفِ آخر ہے اور بس۔

آیت اول کے بعد ایک اور دوسری آیت بھی آرہی ہے کہ اس میں بھی لفظ مَنْ استعمال ہوا ہے لیکن یہاں بربنائے قرینہ مَنْ کی تخصیص ہو رہی ہے کیونکہ مَنْ کی تخصیص بلاقرینہ جائز نہیں ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الخ میں من کا اپنے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہونا واضح طور پر ثابت اور متحقق ہے، قرآن شریف میں جہاں جہاں بھی اپنے ربّ کی طرف سے بیّنہ پر ہونا مذکور ہے وہاں مامور من اللہ، نبی، و رسول کی ذات کا معجزہ مُراد ہوتا ہے اور اس سے عام افراد مراد لینا اصطلاح قرآن و منشاءِ الٰہی کے صریح مغائر ہے۔ جیسا کہ ایڈیٹر ترجمان القرآن جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے سمجھا ہے انھوں نے اپنے رسالہ "ترجمان القرآن" بابتہ ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ کے صفحہ ۹۳ پر آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"کیا وہ لوگ جو اپنے ربّ کی جانب سے بصیرت رکھتے ہوں اور اس کے بعد ان کے سامنے ایک شاہد آئے خدا کی جانب سے، اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب امام اور رحمت بن کر آچکی ہے، وہ لوگ اس پر ایمان لائیں گے"۔

جنابِ موصوف نے اَفَمَنْ كَانَ الخ کا ترجمہ "وہ لوگ" کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا

ہے کہ اَفَمَنْ کَانَ سے مُراد ذاتِ رسول اللہ صلعم نہیں ہے بلکہ عام افرادِ اسلام مراد ہیں، نیز انھوں نے اس رسالہ کے صفحہ ۹۴ پر بَیِّنَۃ کی توضیح اس طرح کی ہے:

"بَیِّنَۃ سے مُراد وہ فطری بصیرت ہے جو نبی میں بعثت سے پہلے موجود ہوتی ہے"

مَیں کہتا ہوں کہ اوّلاً سُنّتِ الٰہی کے مطابق ہر فردِ بشر میں ایک فطری بصیرت ضرور موجود ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ جب انہی کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ نبی کی فطری بصیرت کو بَیِّنَۃ کہا جاتا ہے تو پھر غیر نبی کے لئے بَیِّنَۃ کا استعمال صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا"

صَاحبِ موصوف نے اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "کیا وہ لوگ جو اپنے ربّ کی طرف سے بصیرت رکھتے ہوں"

اس ترجمہ سے فطری بصیرت کا عام افراد میں پایا جانا ثابت ہوتا ہے حالانکہ بَیِّنَۃ کے معنیٰ ومفہوم کو موصوف نے نبی سے خاص کردیا ہے، اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اوپر بیان کردہ تشریح وتوضیح سے کیا موصوف کی تضاد بیانی ظاہر نہیں ہورہی ہے، کس طرح جنابِ موصوف نے معانئ قرآن بیان کرنے میں من مانی کی ہے "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان وافتراء باندھے۔ علاوہ ازیں صَاحبِ بَیِّنَہ کو اس کے دعویٰ سے قبل تسلیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اصطلاحِ قرآن میں بَیِّنَہ اس معجزہ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السّلام اور مامور من اللہ، خلیفۃ اللہ کو بطورِ حجتِ قاطعہ

عطا فرماتا ہے اور اس صاحبِ بیّنہ کا انکار کفر ہوتا ہے۔

اب ہم قرآنِ حکیم سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم کو حکم دے رہا ہے:

قُلْ اِنِّی عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُمْ بِہٖ۔ اے محمدؐ تم کہدو کہ میں اپنے رب کی طرف سے بیّنۃ پر ہوں اور تم نے رب کو جھٹلایا، یہاں بیّنہ سے مراد آنحضرت صلعم کا معجزۂ قرآن ہے۔

وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ۔ اور ہم نے عیسٰی ابنِ مریم کو معجزات عطا کئے۔

وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ (سورۃ بقر رکوع ۱۱) یعنے تمہارے پاس موسٰی معجزات لے کر آئے۔

قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ بِالْبَیِّنٰتِ (سورۃ مائدہ) اے محمدؐ تم کہدو، تمہارے پاس میرے بہت سے پیغمبر معجزات لے کر آئے۔

لَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ (مائدہ) بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے رسول واضح دلائل لے کر آئے۔

قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ (اعراف) تحقیق کہ میں تمہارے رب کی طرف سے بیّنۃ لے کر آیا ہوں۔

غرض ان کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بیّنہ وہ روشن دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام و خلفاء خاص کو عطا فرماتا ہے، عام افراد کو نہیں، جیساکہ مودودی صاحب کا خیال ہے۔ ہمارے اس استدلال کی تائید میں کہ اصطلاح قرآن میں لفظ بیّنہ نبی یا مامور من اللہ کی ذات سے مختص ہوتا ہے۔

ایک ایسی آیت پیش کی جاتی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مبعوث من اللہ کے سوائے کوئی صاحب بیّنہ نہیں ہو سکتا۔

قَالُوْا يَا هُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ۔ (سورہ ھود۔ رکوع ۵)

انھوں نے کہا کہ "اے ھود تم ہمارے پاس کوئی معجزہ لیکر نہیں آئے۔

اسی طرح آیت اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الخ پڑھیے اور شواہد قرآن کی روشنی میں غور و فکر کیجئے کہ مبعوث من اللہ کے سوائے کیا اور بھی کوئی صاحب بیّنہ ہو سکتا ہے؟

خلیفۃ اللہ دافع ہلاکتِ امتِ محمدیہ، تابع تام رسول اللہ صلعم معصوم عن الخطاء حضرت امامنا سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام نے بحکم خدائے تعالیٰ فرمایا ہے کہ اس آیت میں مَنْ سے مراد اس بندہ کی ذات ہے اور بیّنہ کی تفسیر بھی بحکم خدائے تعالیٰ قول و فعل و حال میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعِ تام سے فرمائی ہے۔ اور اس اتباع تام اور بیانِ معانی قرآن میں کوئی آپ کا عدیل و مثیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اتباع تام اور بیان معانیِ قرآن بامر اللہ و باذن اللہ معجزہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کے اس اعجاز کا مقابلہ طاقتِ بشری سے خارج ہے۔

یہاں یہ دو نکات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضور مہدی علیہ السلام نے ثبوت مہدیت میں صرف قرآنِ حکیم ہی کی مطابقت بالقول والعمل کو بطور دلیلِ قاطع و برھانِ ساطع پیش فرمایا ہے، اور احادیث چونکہ حکم ظنی رکھتی ہیں نہ ختمیت و قطعیت کا حکم نہیں رکھتیں اس لئے آپ نے ثبوت دعوئ مہدیت میں کوئی حدیث پیش نہیں فرمائی بجز قرآن و حکم خدائے تعالیٰ کے احادیث کے،

بارے میں فرمایا کہ احادیث میں اختلاف ہے صحیح کو سقیم سے ممیز کرنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا جو حدیث بندہ کے قول و فعل وحال کے مطابق ہو وہ صحیح ہے اور جو خلاف قول و عملِ بندہ ہو وہ غیر صحیح یا سمجھنے والے نے نہ سمجھا ہو۔

اسی طرح اپنے نفس کی طرف سے نہیں بلکہ بحکم خدائے تعالیٰ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آیت ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ بندہ کے حق میں ہے، آیت کے معنی و مفہوم یہ ہیں کہ پھر (دوبارہ) اس قرآن کا بیان ہم پر واجب و ضروری ہے۔

مختصر طور پر عرض کرتا ہوں کہ زبان نورِ مجسم امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی ہے اور بیان خدائے تعالیٰ کا، آپ کا بیان، خدائے تعالیٰ کے ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ جس نے بھی آپ کا بیان سنا خواہ وہ بادشاہ ہو کہ بڑے سے بڑا عہدے دار، ہو کہ امیر و جاگیردار اس کے دل سے دنیا اور اس کے سامان عیش و راحت کی محبت اسی وقت دور ہو جاتی اور وہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی رضا و خوشنودی کا سچا طلب گار ہو کر آنحضرت علیہ السلام کے قدموں سے چمٹ جاتا اور اپنے تمام اسباب عیش و آرام کو خیرباد کہہ کر فقر و فاقہ اختیار کرتا اور ہجرت میں آپ کے ساتھ ہو جاتا، آمدم بر سر مطلب جناب موصوف نے آیتِ زیرِ بحث کے سمجھنے میں اور بھی کئی غلطیاں کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

وہ لکھتے ہیں:- ا فَمَنْ كَانَ سے کوئی خاص شخص مراد لینا خلافِ عربیت ہے۔ مزید برآں ان کی عبارت یہ ہے: "مَن سے مراد یہاں کوئی خاص شخص مراد لینا خلافِ عربیت ہے۔ اولاً یہ نکرہ کے لئے آتا ہے ثانیاً یہاں اس بات کی تصریح ہوئی ہے کہ مَن سے مراد یہاں ایک جماعت ہے۔ کیونکہ اُولٰئِكَ کا مشارٌ الیہ

"مَنْ" ہے اور اُولٰٓئِكَ جمع کے لئے ہے نہ کہ واحد کے لئے چنانچہ فعل بھی یؤمنون جمع استعمال ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ موصوف کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "مَنْ" صرف نکرہ کے لئے آتا ہے اور اس سے کوئی خاص شخص مُراد لینا صحیح نہیں ہے حالانکہ قبل ازیں بقولِ بزدوی ثابت کیا گیا ہے کہ مَنْ خاص کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ :

اَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۔ کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہی ہے جو پیدا نہیں کرتا۔

دیکھئے: اس آیت کا پہلا "مَنْ" خاص ہے۔ جس سے خالقِ کائنات مُراد ہے اور دوسرا "مَنْ" عام ہے جس سے تمام بنی نوع انسان مُراد ہیں۔

دوسری بات یہ کہ موصوف نے "مَنْ" کو اُولٰٓئِكَ کا مشارٌ الیہ قرار دیا ہے یہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس کے بعد ہی مِنْ رَّبِّهٖ يَتْلُوْهُ میں ضمائر واحد کے لئے استعمال کئے گئے ہیں جو مَن کی طرف راجع ہونے کی وجہ مَنْ کا واحد ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ جمع کے لئے ہو سکتا ہے۔ موصوف کو ماقبل کی آیت سے غلط فہمی ہو گئی ہے کیونکہ اُس آیت میں ضمائر جمع هُمْ لائے گئے ہیں اور آیتِ زیرِ بحث میں جو ضمائر استعمال کئے گئے ہیں وہ واحد کیلئے ہیں۔ ان ہر دو آیات کی توضیح و ترجمہ یہ ہوگا کہ

"وہ لوگ جو طالب حیاتِ دنیا اور مریدِ زینتِ دنیا ہیں کیا وہ شخص ان لوگوں کے برابر ہو سکتا ہے جو اپنے ربّ کی جانب سے بَيِّنَه پر ہو، درآنحالیکہ اس کے پیچھے اس کے ربّ کی جانب سے ایک شاہد بھی ہوگا"

غرض اِس آیتِ شریفہ سے ایک ہی صاحبِ بیّنہ ثابت ہو رہا ہے نہ کہ کئی صاحبینِ بیّنہ۔ نیز جنابِ موصوف نے یتلوہ میں جو ضمیر متصل واحد مذکر غائب ہے، بیّنہ کی طرف پھیر دی ہے۔ یہ نحوی قاعدہ کے خلاف ہے اس لئے کہ لفظِ بیّنہ مونث ہے جس کی جمع سالم بیّنات آتی ہے، ضمیر مذکر کا مرجع اسم مونث کو قرار دینا سراسر خلافِ عربیّت ہے، یتلوہ میں جو ضمیر غائب ہے اس کا مرجع "مَن" ہے اور شاھدٌ منہُ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع ربّ ہے اس لئے کہ جو اپنے رب کی جانب سے بیّنہ پر ہوگا۔ اُس کا شاہد حق و صداقت بھی ربّ ہی کی جانب سے ہوگا۔ شاہد کے معنیٰ ہیں گواہ، جو گواہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگا۔ اس کی قوتِ صداقت و حقانیت کا مقابلہ امکانِ بشری سے باہر ہے وہ شاہد بہ بیان خلیفۃ اللہ مہدی مراد علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن مجید ہے جس سے بڑھ کر کوئی قطعی قوی و معتبر گواہ ہو نہیں سکتا۔ اگرچہ بعض مفسرین متقدمین نے شاہد سے مُراد جبرئیلؑ اور بعض نے رسول اللہ صلعم کی ذاتِ اقدس لی ہے لیکن ابن کثیر نے ان تمام روایات کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے کہ شاہد سے مراد قرآن ہے۔ حضور مہدی علیہ السلام نے اپنے دعوئے مہدیت کی حقانیت و صداقت کے ثبوت میں صرف قرآنِ حکیم ہی کو پیش فرمایا ہے۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ مجید تو صاحبِ بیّنہ کے برحق ہونے پر بطور گواہ موجود ہی، اس کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توراۃ میں بھی اِس صاحبِ بیّنہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ کعب الاحبارؓ روایت کرتے ہیں کہ اِنّی لاجد المھدی مکتوبًا فی اسفار الانبیاء، یعنی مَیں انبیاء سابقین کی کتابوں میں مہدی کا ذکر پاتا ہوں، اِمامًا وَرَحْمَۃً، مہدی کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ ذات

مقدس امام ورحمتِ عالم بن کر دنیا میں مبعوث ہوگی اُولٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ یعنی وہ لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔ اِس کے ضمن میں صاحبِ موصوف نے لکھا ہے کہ بِهٖ میں جو ضمیر ہے اُس کا مرجع قرآن ہے، حالانکہ آیتِ زیرِ بحث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک صاحبِ بیّنہ کی پیشین گوئی اصل مقصودِ خدائے تعالیٰ ہے نہ کہ ذکرِ قرآن، بِهٖ کی ضمیر کا مرجع "اَفَمَنْ كَانَ الخ کا "مَنْ" ہے جس سے صرف ذاتِ مہدی موعود علیہ السلام ہی مُراد ہے۔ لاغیر۔ نیز یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ "مَنْ" اِسم شرط ہے اور جب یہ فعلِ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو معنی مستقبل کے کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں سیاقِ آیت سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ زمانہ آئندہ میں ایک صاحبِ بیّنہ مبعوث ہوگا۔ اُولٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ سے بھی یہی بات ثابت و متحقق ہو رہی ہے کہ صاحبِ بیّنہ، یعنے ذاتِ مہدی علیہ السلام مفترض الطاعت و واجب الایمان ہے، اسی لیے تو آیت مذکورہ میں لفظِ یومنون بہٖ لایا گیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ قرآنِ حکیم کے مطابق تصدیق مہدی موعود علیہ السلام داخلِ ایمانیات ہے۔ علاوہ ازیں مشہور ترین حدیث شریف المھدی مِنّی يَقْفُوا اثری ولا يخطي سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو ہستی علم و اخلاق، شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہو اور جس کی شان اور جس کا مقام معصوم عن الخطاء خلیفۃ اللہ ہو اس کی تصدیق یقیناً فرض اور انکار کُفر ہے۔ انکارِ مہدی کفر ہونے کا سبب اصلی آپ کا معصوم عن الخطاء خلیفۃ اللہ ہونا ہی ہے۔ محتمل الخطا کی نہ ہی تصدیق فرض ہے اور نہ انکار کُفر۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لے آنا بھی اسی لئے فرض ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں کیونکہ ان کا منبع علم و سرچشمۂ وحی ذاتِ الٰہ ہوتی ہے بواسطۂ جبرئیلؑ یا بالراست۔

قائدِ جماعتِ اسلامی جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا عقیدہ ہے کہ"
" عصمت در اصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے اور ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں، انبیاء کرام سے قصور بھی ہو جاتے ہیں اور انھیں "سزا" تک دی جاتی ہے"۔

حضرت نوح علیہ السلام کی شان میں اس طرح لکھا ہے کہ "حضرت نوحؑ اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبہ کا شکار ہو گئے تھے"۔

انبیاء علیہم السلام کی شان میں صاحبِ موصوف کی بے ادبیوں و گستاخیوں کا یہ عالم ہے' الامان والحفیظ۔ اس سے بھی بڑھ کر شانِ خداوندی اور کلام مجید کی آیت ہٰذا
" اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ" پر کس قدر جسارت و دریدہ دہنی کے ساتھ تعریض و تنقید کی ہے، ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

" عیسائیوں میں مسیحؑ کے جسم و روح سمیت اُٹھائے جانے کا عقیدہ پہلے سے موجود تھا اور اُن اسباب میں سے تھا کہ جن کی بناء پر ایک بہت بڑا گروہ الوہیتِ مسیح کا قائل ہوا ہے' لیکن اس کے باوجود قرآن نے نہ صرف یہ کہ اس کی صاف صاف تردید نہیں کی۔ بلکہ بعینہ وہی لفظ رفع کا استعمال کیا ہے جو عیسائی اس واقعہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، کتابِ مبین کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کسی خیال کی تردید کرنا چاہتی ہو اور پھر ایسی زبان کا استعمال کرے۔ جو اس خیال کو مزید تقویت پہنچانے والی ہو۔

(ماخوذ از تنقیداتِ تفہیم مؤلفہ
مولوی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری)

اِن تحریرات سے مودودی صاحب کے دین واسلام کی حقیقت آشکار ہو گئی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلدِّیْنُ کُلُّہٗ اَدَبٌ "دین سرتاسر ادب ہی کا نام ہے" نیز فرمایا: لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا اَدَبَ لَہٗ "جس کو ادب نہیں اسکو دین نہیں۔"

خرد نے کہہ بھی دیا لَا اِلٰہ تو کیا حاصل
دِل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (علامہ اقبال)

مودودی صاحب کے دین واسلام کی حقیقت کا بطورِ جملہ ہائے معترضہ ذکر کرنے کے بعد آیتِ زیرِ بحث کے ربط کو قائم کرتا چلوں ــــ ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر اُولٰٓئِکَ کا جو اسم اشارہ ہے، مشارٌ الیہ کہاں ہے؟ ـ کہا جاسکتا ہے کہ مشارٌ الیہ مقدر و مستتر ہے مشارٌ الیہ کو معہود قرار دینا اسلوبِ قرآن کے عین مطابق ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اُولٰٓئِکَ "کا مشارٌ الیہ وہ مصدقین امام علیہ السلام ہیں جو آیت ہٰذا کے نزول کے وقت موجود نہیں تھے بلکہ مقدرِ الٰہی میں تھے، اس وقت نہ مہدی علیہ السلام کی بعثت ہوئی تھی اور نہ ہی آپ کی تصدیق کرنے والوں کا وجود تھا۔ مثال کے طور پر ہم ایک اسی قسم کی آیتِ شریفہ پیش کرتے ہیں جس میں اسمِ اشارہ تو پایا جاتا ہے لیکن مشارٌ الیہ معہود و مقدر ہے۔" اَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ (ص ۱۰، ۱۱)
یعنی "کیا ان کے لیے زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ بادشاہت ہے تو چاہیئے کہ وہ رسیوں سے آسمان پر چڑھ بھی جائیں تو کسی بھی جماعت کا لشکر وہاں ہزیمت اُٹھا کر ہی رہے گا۔"
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ھُنَالِکَ یعنی اس جگہ ایک لشکر کو شکست ہوگی، لیکن وہ کونسی جگہ ہے اس کا ذکر موجود نہیں ہے۔ ھُنَالِکَ بھی اُولٰٓئِکَ کی طرح اسم

اشارہ ہے لیکن یہاں بھی مشارٌ الیہ معہود و مقدر ہے۔ ھُنَالِکَ سے مفسرین نے مقام بدر مُراد لی ہے جو قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے۔

ناظرینِ کرام! اس موقع پر اس نکتہ کی بھی ذرا وضاحت کرتا چلوں کہ آیت اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِنْ رَّبِّہٖ الخ میں ایک صاحب بیّنہ مبعوث من اللہ کی پیش گوئی جو کی گئی ہے اس لحاظ سے اولٰئِکَ کا مشارٌ الیہ اس صاحبِ بیّنہ کے مصدقین و متبعین ہوں گے جن کی رسول اللہ صلعم کے بعد آنے کی خود قرآن پاک نے ایک دوسری جگہ خبر دی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ منکم عن دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِیَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ۔ (سورۂ مائدہ جزء ۶)

یعنی اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو محبوب رکھے گا اور وہ قوم اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گی۔

اس آیت میں لفظ سوف یاتی فعل مضارع پر داخل ہو کر مستقبل بعید کے معنی کر دیا ہے یہاں لفظ قوم کے تعین پر علماء و مفسرین میں اختلاف ہے بعض نے قوم سے ابوبکر صدیق رض اور بعض نے انصار اور بعض نے سلمان فارسی رض اور ان کی قوم مراد لی ہے یہ تمام تفاسیر اس لئے صحیح نہیں ہو سکتیں کہ یہ جمیع صحابۂ کرام نزولِ آیت کے وقت موجود تھے، اللہ تعالیٰ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ الخ فرما کر مستقبل بعید میں ایک ایسی قوم کو لے آنے کا وعدہ فرما رہا ہے کہ جس کی صفتِ خاص بلسانِ ربّ ذوالجلال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور اللہ تعالیٰ اس قوم کا محبوب ہو گا۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی۔ تفسیر قرآن بالقرآن کے مصداق اولٰئِکَ کا مشارٌ الیہ آیت ہٰذا کا لفظ قوم ہے۔

امامنا حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے بحکم خدائے تعالیٰ، ارشاد فرمایا اس آیت میں قوم سے مراد قومِ مہدی ہے جو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا مظہر اتم رہی ہے۔

آیت اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ الخ کی مزید تشریح و توضیح ضروری سمجھتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ لفظ "مَنْ" سے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مُراد لی جائے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اپنے قیاس کی بناء پر بیان کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ آیت میں "من" کے ساتھ ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے کہ قطعی طور پر حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات کا تعین و تشخص ہو سکے (چنانچہ صاحب جلالین نے "مَنْ" سے مراد رسول اللہ صلعم اَوْ مُسْلِمُوْنَ لی ہے۔ حرفِ اَوْ شک کے لئے آتا ہے) علاوہ ازیں "مَنْ" کے تعیّن شخصی میں مفسرین نے خود اختلاف کیا ہے۔ بعض نے ذاتِ گرامی صلعم تو بعض نے عام مسلمان مُراد لی ہے۔ یہ اختلاف خود ہی اس امر کی دلیل ہے کہ یہاں قطعی طور پر ذات رسول اللہ صلعم مراد نہیں لی جا سکتی۔

قرآنِ کریم میں اکثر آیات ایسی ہی ملیں گی جن سے پیغمبروں کا تعین و تشخص بالبداہت ثابت ہوتا ہے مثلاً

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ الخ اے محمدؐ کہہ دو کہ میں اپنے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہوں۔

اس آیتِ شریفہ میں قُلْ صیغۂ امر سے آپ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لئے بجز سرورِ کائنات صلعم کے یہاں اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ بَیِّنٰتٍ، یعنی ہم نے تجھے کئی معجزے عطا کئے لَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ، یعنی تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کئی معجزات لے کر آئے۔

پہلی دو نوں آیتوں میں ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تیسری آیت میں بنی اسرائیل کے پاس موسیٰ علیہ السّلام کا معجزات کے ساتھ آنا صاف و صریح طور پر ثابت ہے۔ آیتِ زیرِ بحث میں اسم مَنْ کا بیّنہ کے ساتھ استعمال تو کیا گیا ہے لیکن تعیّن شخصی کا اظہار حکمتِ الٰہی کے تحت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے آپ کی احادیثِ متواتر المعنیٰ میں "مہدی" کے لقب سے کیا گیا ہے۔ اسی لئے حضرت امامنا علیہ السّلام نے بحکم خدائے تعالیٰ ارشاد فرمایا کہ یہاں "مَن" سے مُراد بندہ کی ذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ایسی مروی نہیں ہے کہ جس سے قطعی طور پر یہ کہا جا سکے کہ "مَن" سے مُراد آپ کی ذات ہے یا عام مسلمان ہیں لیکن بعض مفسرین نے اس 'مَنْ' سے ذاتِ رسول اللہ صلعم کو مختص کیا ہے' اگر ہم اس بات کو تسلیم کر بھی لیں تو پھر آگے چل کر ارشادِ حق ہو رہا ہے:

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ یعنی
اے محمدؐ! اس مَن کے بارے میں کسی شک و شبہ میں نہیں رہنا وہ تمہارے رَبّ کی طرف سے حق ہے۔

اگر مِنْہُ کی ضمیر سے قرآن مراد لی جائے تو مطلب یہ ہو جائے گا کہ قرآن کے بارے میں (تو اے نبی) شک و شبہ میں نہ رہ' حالانکہ قرآن منجانب اللہ ہونے میں آنحضرت صلعم کو ذرا بھی شک و شبہ پیدا ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ کفارِ عرب کے مقابلہ میں آپ خود اسکے منجانب اللہ ہونے کے مدعی اشد ہیں۔ واضح ہو کہ جب کہ آپ موجود ہیں' مِنْہُ کی ضمیرِ غائب کا مرجع اَفَمَنْ كَانَ' کا مَن' ہے' جو غیر موجود ہے' قرآن یا شاہد نہیں۔ اور مَنْ سے مُراد ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ کوئی اور ہے جس کی

آئندہ بعثت برحق سے اللہ تعالیٰ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور پیشین گوئی آگاہ فرما رہا ہے۔ اگر فَلَاتَكُ فِىْ مِرْيَةٍ سے ہر مخاطب مُراد لی جائے تو تب بھی چونکہ وحی الٰہی کا مہبطِ اوّل قلب رسول اللہ صلعم ہے، اسلئے اس خطاب سے آپ کی ذات، کسی بھی طرح مستثنیٰ قرار نہیں پاتی۔ آیتِ زیرِ بحث میں غور کرنے اور ساتھ ہی سلاتہ آیت کا سیاق و سباق بھی اس بات کا مقتضی معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ مستقبل میں اُمت میں ایک مامور مِن اللہ کی بعثت سے ذاتِ اقدس صلعم کو قبل از قبل آگاہ کر دیا جائے، تاکہ آپؐ اپنے بعد آنے والے مَنْ کو لفظ اَلْمَهْدِىْ کا لقب دے کر اس کے ظہور کی اہمیت و ضرورت واضح کر دیں۔

ناظرینِ کرام! رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا:

کیف تھلك امتی انا فی اوّلھا وعیسٰی ابن مریم فی اٰخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا۔

ترجمہ: یعنی میری امت کیونکر ہلاک ہوگی جب کہ میں ابتداء میں اور عیسیٰ بن مریم آخر میں، مہدی درمیان میں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث شریف کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد مہدیؑ کی بعثت ہوگی، اس لئے آیت زیرِ بحث ہٰذا حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور چونکہ قبل نزولِ عیسیٰؑ ہوا ہے۔ اس لئے ہم صاحبِ بیّنہ سے مہدی علیہ السلام مراد لینے پر مجبور ہیں، جو بالکل قرینِ حق و انصاف ہے نہ کہ عیسیٰؑ کی ذات گرامی، جنکی بعثت بعد مہدیؑ ہوگی۔

خُلاصۂ تحریر یہ کہ آیتِ زیرِ بحث کے مصداق چونکہ حضرت امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام کی ذاتِ اقدس صاحبِ بیّنہ مفترض الطاعۃ، واجب الایمان

قرار پاچکی ہے تو اس صاحبِ بیّنہ کا انکار بھی موجب دوزخ ہوگا، جیسا کہ قرآن شہادت دے رہا ہے۔ "وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ" جماعتوں میں سے جو اس "مَنْ" کا جس سے ذاتِ مہدئ موعود علیہ السّلام مُراد ہے۔ انکار کرے گا، دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

رَاقِمُ الحُرُوف:

فقیر سیّد محمود مجتہدی مولوی فاضل

سجادہ دائرہ مشیرآباد

۱۰/ جمادی الاوّل سنہ ۱۴۱۱ھ م ۲۹/ نومبر سنہ ۱۹۹۰ء

(اعجاز پریس چھتہ بازار حیدرآباد 520773 فون نمبر)